اسلامی طرزِ تجارت

مولانا ندیم شہباز
فاضل مدینہ یونیورسٹی، مدرس جامعہ سلفیہ

تجارت کا لغوی معنی سوداگری اور سرمایہ کے ہیں۔ تجارت کا اصطلاحی مفہوم واضح کرتے ہوئے علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

التجارة التصرف فی رأس المال طلبا للربح

ترجمہ: تجارت اصل سرمایہ میں اس طرح تصرف کرنے کا نام ہے جس سے منافع ہو۔

اہمیت تجارت:

اللہ جل جلالہ کا ارشاد گرامی ہے:

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارة عن تراض منکم

[النساء:۴/۲۹]

ترجمہ: اپنے مالوں کو اپنے درمیان باطل طریقہ سے نہ کھاؤ بلکہ باہمی رضا کے ساتھ تجارت کی راہ سے نفع کماؤ۔

کنز الاعمال میں ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

علیکم بالتجارة فإن فیها تسعة اعشار الرزق

ترجمہ: تجارت کیا کرو اس میں رزق کا 9/10 حصہ ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشهداء

ترجمہ: سچے اور امانتدار تاجر کا حشر نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا [ترمذی، کتاب البیوع]

مندرجہ بالا نصوص سے تجارت کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور ان میں تاجروں کیلئے خوشگوار انجام کی نوید سنائی گئی ہے۔ اور یہ وہ ہی پیشہ ہے جسے نبیوں، رسولوں، صحابہ، تابعین اور دیگر ائمہ عظام نے اختیار کیا۔ حضرت ابراہیم، اسماعیل، شعیب، لقمان، صالح، یحییٰ اور زکریا علیہم السلام مختلف اشیاء کی تجارت کے پیشہ سے وابستہ رہے۔ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے نبوت سے قبل بارہ سال تک تجارت کی تھی اور اس قدر ترقی اور وسعت نصیب ہوئی۔ کہ آپ کا مال تجارت شام، یمن، حبشہ اور بحرین وغیرہ کی منڈیوں میں بکنے کیلئے جایا کرتا تھا اس سلسلہ میں آپ نے دو مرتبہ ملک شام کی طرف سفر بھی کیا۔ ابوداؤد میں حضرت سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ اعلان نبوت سے قبل میرے شریک تجارت تھے۔ معاملہ ہمیشہ صاف فرماتے۔ [تاریخ ابن جریر]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے۔ خود فرماتے ہیں:

لقد علم قومی ان حرفتی لم تکن تعجز عن مئونة أهلی

میری قوم خوب جانتی ہے کہ میرا کاروبار میرے اہل وعیال کی کفالت سے عاجز نہیں ہے۔

مقام سخ پر مدینہ میں آپکا کپڑے کا کارخانہ تھا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بہت بڑے سوداگر تھے سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ اور ان کے درمیان مواخات قائم ہوئی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ مالدار آدمی تھے انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ کو آدھا مال دینا چاہا تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

بارک اللہ لک فی اهلک ومالک دلونی علی السوق

ترجمہ: اللہ آپ کے اہل وعیال اور مال میں برکت دے تم مجھے بازار کا رستہ بتادو [بخاری]

چنانچہ انہوں نے تجارت کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں دوسروں سے بے نیاز ہوگئے۔

اسی طرح حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما بہت بڑے تاجر تھے [الاستیعاب]

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی کپڑے کی تجارت فرماتے امام المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کپڑوں کے عظیم تاجر تھے۔ امام شہاب الدین زہری مشہور محدث خالد الحذاء امام قدوری اور علامہ کرخی رحمہم اللہ اجمعین سب پیشہ تجارت سے منسلک تھے۔

پیشہ تجارت کی تاریخ پر اگر نظر دوڑائی جائے تو یہ تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود حضرت انسان کی تاریخ پرانی ہے۔

احتیاج برائے معادلہ کی قدامت کے ڈانڈے اس وقت سے ملتے ہیں جس دن اور جس وقت پہلے پہل دو انسانوں نے آپس میں اپنی دو مطلوبہ چیزوں کا تبادلہ کیا تھا۔ مرور زمانہ کے ساتھ

ساتھ یونانیوں نے اس پیشہ کو بام عروج بخشا اور بابل شہر عالمی منڈی بن کر منصۂ شہود پر ابھرا۔ پھر رومیوں کا دور آیا اور تجارت زوال پذیر ہوگئی۔ پھر عرب کی طرف تجارت کا رخ پھرا۔ اگرچہ وہاں کی کاشتکاری اور صنعت وحرفت کا بھی دور تھا لیکن عرب کی ریتلی اور چٹیل زمین نے عربوں کو تجارت پیشہ بنادیا۔

قریش کے تجارتی قافلے، منڈیاں، درآمدات، برآمدات، تجارتی معاہدے، رائج سکے اور وزن کے پیمانے تاریخ تجارت کا ایک حصہ ہیں۔ اللہ کریم نے قریش کی تجارت کا تذکرہ قرآن کریم میں بایں الفاظ فرمایا:

لایلف قریش ، ایلفهم رحلة الشتاء والصیف فلیعبدوا رب هذا البیت الذی اطعمهم من جوع و آمنهم من خوف

ترجمہ: قریش کے دلوں میں الفت ڈالنے کیلئے سردی اور گرمی کے سفر کی پس ان کو چاہئے کہ وہ عبادت کریں اس گھر کے مالک کی جس نے ان کو بھوک سے کھانا کھلایا اور ڈر سے امن دلایا۔

قریش تاجر پیشہ تھے سال میں بغرض تجارت دو سفر کرتے تھے ایک جاڑے میں یمن کی طرف اور دوسرا گرمی میں شام کی طرف جو سرسبز اور سرد ملک ہے۔

آخر کار فاران کی چوٹیوں سے نور نبوت کی کرنیں طلوع ہوئیں اور زندگی کے تمام شعبہ جات میں پھیل گئیں۔ اور دھیرے دھیرے دیکھتے ہی دیکھتے زندگی کا ہر گوشہ عدل و مساوات کی تصویر نظر آنے لگا۔ اور ہر قابل اصلاح معاملہ کی اصلاح ہوئی۔ اللہ عزوجل نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے پیغمبر علیہ السلام کے اوصاف کا تذکرہ کچھ اس انداز سے فرمایا:

یامرهم بالمعروف وینهٰهم عن المنکر ویحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبٰئث ویضع عنهم اصرهم والاغلٰل التی کانت علیهم

ترجمہ: وہ ان کو اچھے کام کرنے کا حکم دیتا ہے اور برے کاموں سے منع کرتا ہے۔ اور پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے اور پلید چیزیں ان پر حرام کرتا ہے اور ان سے بوجھ اور طوق اتارتا ہے جو ان پر تھے۔

معلوم ہوا کہ مصلح اعظم علیہ السلام نے بہت سی چیزوں کی اصلاح فرمائی اور انہی اصلاح طلب امور میں سے ایک تجارت بھی تھی جس میں ناانصافی، ظلم وستم، دھوکہ، فراڈ، اور سود غرضیکہ استحصال کا ہر حربہ آزمایا جارہا تھا۔ اور ناحق لوگوں کا مال ہضم کیا جاتا۔

ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں یمن کے شہر زبید سے ایک آدمی مکہ مکرمہ میں سامان تجارت بیچنے کیلئے لایا وہ سارا سامان عاص بن وائل نے خرید لیا اور زبیدی کو قیمت دینے سے انکار کر دیا اس نے قریش کے تمام قبائل کے سامنے ہر طرح حق دلوانے کا مطالبہ کیا لیکن انہوں نے عاص کے خلاف اس کی مدد سے انکار کردیا آخر کار جبل ابوقبیس پر چڑھ کر اپنے ستم رسیدہ ہونے کا تذکرہ کیا یہ کلمات اس وقت زبیر بن عبدالمطلب نے سنے تو اس نے اپنے حلیفوں کو عبداللہ بن جدعان کے گھر اکٹھا کیا اور سب نے مل کر وعدہ کیا کہ واللہ ہم سب مظلوم کی مدد کیلئے ظالم کے خلاف ایک ہاتھ کی طرح متحد رہیں گے۔ اس کا نام ''حلف الفضول'' رکھا گیا۔

جس میں آنحضرت ﷺ نے بھی شرکت کی۔ آپ فرمایا کرتے تھے مجھے اس کے بدلے سرخ اونٹ بھی پسند نہیں۔ تو اس تنظیم نے اس زبیدی کا حق عاص بن وائل سے لیکر دیا۔

[مختصر سیرۃ صفحہ ۴۷]

اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے نجاشی بادشاہ کے دربار میں لوگوں کے ناحق مال کھانے کا تذکرہ کیا اور کہا پھر ہمارے پاس ایک پیغمبر آیا جس نے ہمیں ظلم کی جگہ عدل وانصاف کا سبق پڑھایا۔

اسلام دنیا کا وہ آفاقی مذہب ہے جو زندگی کے ہر پہلو کو منظم اور بہتر کرتا ہے اور اسلام نے تجارت کے سلسلہ میں ایسے راہنما اصول مقرر کئے کہ سرمایا دارانہ ظالمانہ ٹیکس اور نامعقول ڈیوٹیوں کو ختم کر کے اپنے مزاج کے مطابق عدل وانصاف پر مبنی قوانین وضع کئے۔ پھر اسلامی تجارت نے اتنی ترقی کی جس کا ذکر کرتے ہوئے عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں کہ کیا واقعتاً ہمارے اسلاف نے تجارت کے میدان میں پوری دنیا کی امامت کے فرائض سرانجام دیئے ہیں۔ ان کا وجود شرق وغرب کی تجارت کیلئے کلیدی حیثیت رکھتا تھا۔ تمام تجارتی گذرگاہیں [درہ دانیال، جبل الطارق، نہر سویز اور جزیرہ مالٹا] مسلمانوں کے قبضہ میں تھیں۔ اور بلاد چین تک رسائی ممکن ہوئی اور تاریخ عالم میں جن بندرگاہوں کے نام ملتے ہیں وہ انہیں کی مرہون منت ہیں جن میں اطاکیہ، طرابلس، ابلہ، قلزم، جدہ، عدن، بغداد، المریہ، فلپائن، کی بندرگاہیں قابل ذکر ہیں۔ تیسری صدی ہجری میں عظیم مصنف ابوالقاسم بن خرداذبہ رحمۃ اللہ علیہ نے بحری اور بری سفر کرنے والے تجار کیلئے ''دلیل المسافرین'' بھی مرتب کی۔

ایسے سنہری دور کی یادیں ہر مسلمان تاجر کو وہ سنہری اصول جاننے کیلئے بے تاب کرتی ہیں جن کی وجہ سے یہ ترقی ممکن ہوئی۔

اگرچہ ان تمام مبادیات کا مفصل تذکرہ کتب فقہ کا حصہ ہیں تاہم اسلامی طرز تجارت کے اجمالاً چند اصول تحریر کئے جاتے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔تجارتی اخلاقیات

اسلام چاہتا ہے تجارت پیشہ افراد اخلاق حسنہ سے متصف ہوں وہ اخلاق حسنہ یہ ہیں۔صدق وامانت، دیانت، معاملات کی صفائی اور اگر تکرار ہو جائے تو نرم گفتگو اور عزت نفس کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔

رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے:

رحم الله رجلا سمحا اذا باع واذا اشتری واذا اقتضی

ترجمہ: اللہ کریم کی رحمت ہو اس شخص (تاجر) پر جو جب کبھی کوئی چیز بیچے،خریدے اور قرض واپس لینے کا مطالبہ کرے تو نرم گوئی اور درگزری کا معاملہ کرے (بخاری)

تجارتی اخلاق حسنہ کو آپ ﷺ نے ایک دوسرے انداز میں یوں ادا فرمایا:

البیعان بالخیار ما لم یفترقا فان صدقا وبینا بورک لهما فی بیعهما وان کتما وکذبا محقت برکة بیعهما

ترجمہ: بائع اور مشتری کو [بیع جاری کرنے یا فسخ کرنے کا] اختیار ہے جب تک کہ جدا نہ ہوجائیں۔ اور اگر دونوں سچائی کو اختیار کریں اور عیوب کی وضاحت کردیں تو انہیں ان کی تجارت میں برکت دی جائیگی اور اگر انہوں نے عیوب کو چھپایا اور جھوٹ بولا تو ان کی بیع کی برکت مٹا دی جائے گی (بخاری ومسلم)

۲۔ذخیرہ اندوزی

شریعت اسلامیہ کی رو سے ذخیرہ اندوزی (احتکار) یہ ہے کہ کوئی شخص غلہ یا دیگر اجناس کی بڑی مقدار اس لئے اکٹھا کرے تا کہ بازار گراں ہوجائے اور صارفین میں اس چیز یا جنس کی مانگ کا مرکز وہ ہی بن جائے اور لوگ مجبور ہر کر اس ذخیرہ اندوز سے اس کی شرائط اور مقرر کردہ نرخوں کے مطابق خریدیں۔ ایسی مصنوعی قلت پیدا کرنے والے انسان دشمن تاجر کے نفسیاتی عمل اور اس کے انجام کی اطلاع حضور اکرم ﷺ نے اس طرح دی ہے:

الجالب مرزوق والمحتكر ملعون

ترجمہ: سودا گر کو رزق ملتا ہے اور ذخیرہ اندوز لعنتی ہے۔

اس ضمن میں علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دوکاندار کو ذخیرہ اندوزی سے منع کیا اور ساتھ ہی آنحضرت ﷺ کا حکم امتناعی بھی سنایا مگر وہ باز نہ آیا اور نتیجتاً وہ کوڑھ کی بیماری میں مبتلا ہو گیا (المغنی باب الاحتکار)

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں حضرۃ علی رضی اللہ عنہ نے ایک ذخیرہ اندوز کا غلہ جلا دیا (نیل ۲/۱۸۱)

احتکار کی موجودہ شکل مندرجہ ذیل ہے:

ا/ چند کمپنیاں مل کر ایک وحدت قائم کرتی ہیں اور کسی شے کی پیداوار اور قیمت پر اجارہ داری قائم کرتی ہیں۔

ب/ چند مل مالکان یا کارخانہ داران مل کر بازار میں ایک قیمت طے کر لیتے ہیں اور پھر گاہکوں کا استحصال کرتے ہیں۔

اگر بازار میں ذخیرہ کی جانے والی چیز کی کمی نہ ہو اور قیمتوں پر کوئی اثر نہ ہو تو احتکار میں کوئی حرج نہیں۔

۳۔ملاوٹ

جسے آج کل کاروباری ہنر اور نفع آوری کا بہترین ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔اسلامی قانون تجارت میں یہ انسانیت سوز عمل ہے۔ایسے انسان دشمنوں، آستینوں کے سانپوں کو شاید یہ احساس نہیں کہ وہ اپنے اس قبیح عمل سے آنحضرت ﷺ کے امتی ہونے کے اعلیٰ منصب سے محروم ہونے کا خطرہ مول لے رہے ہیں۔آپ ﷺ کا فرمان ہے:

من غش فلیس منا

ترجمہ: جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں (مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو ایک دفعہ ایک گوالے کا پانی ملا دودھ زمین پر بہا دیا تھا (نیل: ۲/۱۸۱)

۴۔جوا، سٹہ بازی

تجارت میں جوا اور سٹہ بازی مختلف انداز میں پائی جاتی ہے۔عہد جاہلیت میں اس کی چند شکلیں ملامسہ، منابذہ اور محاقلہ وغیرہ تھیں۔جنہیں اسلام کے عادلانہ نظام تجارت نے حرام قرار دے دیا۔موجودہ دور میں لاٹری، نمبر حاصل کرنا، مہذب تجارتی جوئے کی شکلیں ہیں۔یہ امر معاشرتی امن کو دیمک کی طرح کھا جاتا ہے۔اسلام نے جوئے کی تمام صورتوں کو حرام قرار دیا ہے۔علامہ اقبال کہتے ہیں:

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کیلئے مرگ مفاجات

۵۔ناپ تول میں کمی

اسلامی تجارت کے بابرکت اور باوقار پیشہ کو ناپاک اور بے وقار بنانے کی ایک مکروہ شکل ہے جس میں حیلہ کے ذریعے ایک تاجر کم مال دے کر زیادہ کے دام وصول کرتا ہے اور اپنے بھائی کی خون پسینے کی کمائی کو بٹورنا چاہتا ہے۔یہ ایک ایسی لعنت ہے جس میں بعض امم سابقہ کے بددیانت تاجر بھی مبتلا تھے۔اور جب رسول کریم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں وہاں کے لوگ بھی ماپنے میں بڑے خبیث تھے۔علامہ زمخشری اس ضمن میں ایک شخص کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابومہینہ کے پاس دو پیانے تھے وہ ایک خریدنے کیلئے دوسرا فروخت کرنے کیلئے استعمال کرتا تھا(الکشاف:سورہ مطففین)

اسلام تو اس سلسلہ میں مساوات سے آگے احسان کا حکم دیتا ہے۔آنحضرت ﷺ ایک دن بازار سے گزر رہے تھے ایک شخص کو دیکھا جو پیشہ وروزن کرنے والا تھا۔آپ علیہ السلام نے تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

زن وارجح

ترجمہ:تول اور جھکا کے تول

یہ تعلیم قیامت تک آنے والے تاجروں کیلئے وصیت کا درجہ رکھتی ہے۔

حضرۃ یوسف علیہ السلام بھی اپنے بھائیوں کیلئے کہتے ہیں:

الاترون انی اوف الکیل وانا خیر المنزلین

ترجمہ:تم دیکھتے نہیں میں پورا پورا پیمانہ بھر کے دیتا ہوں اور مہمان نوازی بھی اچھی طرح کرتا ہوں۔

۶۔سود

پیشۂ تجارت میں سب سے بڑا استحصالی حربہ سود ہے جس سے سرمایہ دار غریب مجبور کا خون چوستا ہے۔اور خونخوار بھیڑیا نظر آنے لگتا ہے سرمایہ دارانہ نظام نے اس کو اتنا رواج دیا ہے کہ ساری دنیا اس کے دامن تذویر میں گرفتار ہے۔ایک منظم سازش کے ذریعے سرمایہ دار اور بینکار (حکومت ہو یا افراد) تجارتی سود کے ہتھیار سے معاشی دوڑ میں پیچھے رہ جانے والے حاجت مندوں کا خون نچوڑتے ہیں۔

اور اس نظام کی کوکھ سے جنم لینے والا یہ سرمایہ دار درندہ مظلوموں کی کراہوں سے لطف اندوز ہوتا ہے یہی وہ یہودی نظام ہے جس کی وجہ سے پوری دنیا کو غلام بنایا جارہا ہے۔جو ان کی شروع سے عادت رہی ہے۔اسلام نے اس شجر ملعونہ کو روز اول سے ہی جڑ سے کاٹ کر رکھا ہے۔اعلان الٰہی ہے:

واحل اللہ البیع وحرم الربوٰ

ترجمہ:اللہ کریم نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

حرمت سود کے ساتھ یہ رعایت بھی نہ دی گئی کہ جو سابقہ سودی رقم مقروض کے ذمہ باقی رہ گئی اسے ہی وصول کرلیا جائے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وذروا ما بقی من الربوٰ إن کنتم مومنین

ترجمہ:جو سود تمہارا باقی رہ گیا اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔

سود خور ہر وقت **ھل من مزید** کے نعرے لگانے والا لوگوں کے معاشی ذرائع پر زبردستی قبضہ کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔اور پھر اپنی اس دیوانگی پر اس دلیل بے بنیاد کا سہارا لینے کی کوشش کرتا ہے کہ تجارت اور سود دونوں کا مقصد ایک ہی ہے وہ ہے قدر زائد، بڑھوتری اور سرمایہ میں اضافہ اس لئے اس امر کی وضاحت ضروری ہے۔لہٰذا مندرجہ ذیل فروق ذہن میں رکھنا ضروری ہیں۔

ا/ اسلامی طریقہ بیع میں فریقین (بائع و مشتری) کے درمیان حقیقی رضا رغبت ہوتی ہے جبکہ سود میں ایک فریق (سرمایہ دار) کیلئے حقیقی خودغرضانہ رضا رغبت اور دوسرے فریق (مشتری) کیلئے مصنوعی رضا مندی وہ بھی اضطرار اور اکراہ کے ساتھ ہوتی ہے۔

ب/ اسلامی تجارت میں فریقین میں باہمی تعاون واشتراک ہوتا ہے جبکہ سود میں یہ تعاون سرے سے مفقود ہوتا ہے۔بلکہ ایک طرف سرمایہ دار یا بنک کی یقینی ترقی اور خوشحالی جبکہ دوسری طرف غریب قرض خواہ کے افلاس و بے بسی کا تماشہ ہوتا ہے۔

ج/ اسلامی تجارت میں فریقین کے لئے حصول نفع کے یکساں مواقع ہوتے ہیں جبکہ سود میں ایک طرف سرمایہ دار کا یقینی نفع اور دوسری طرف محتاج غریب کا یقینی خسارہ ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا فروق جاننے کے بعد ہر ذی شعور چاہے وہ قوانین تجارت و معاشیات کا ادنیٰ طالبعلم کیوں نہ ہو وہ تجارت اور سود کے درمیان فرق بآسانی کرسکتا ہے۔

۷۔قسم اٹھانا

دوران بیع زیادہ منافع پانے کی حرص کبھی بائع کو قسمیں اٹھانے پر مجبور کرتی ہے ایسی قسموں کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

ایاکم وکثرۃ الحلف فی البیع فانہ ینفق ثم یمحق (مسلم)

ترجمہ: خرید و فروخت میں زیادہ قسمیں اٹھانے سے بچو یہ امر سودا بیچنے کا سبب تو بن جاتا ہے پھر برکت کو مٹا دیتا ہے۔

علاوہ ازیں شریعت اسلامی نے تجارت میں ناجائز منافع خوری، دھوکہ اور فراڈ کے ہر جدید استحصالی حربے کا عمومی طور پر سد باب کیا ہے اللہ کے رسول ﷺ نے غرر (دھوکہ) سے منع فرمایا ہے۔

مندرجہ بالا ضوابط و قوانین تجارت سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام مکمل طور پر استحصالی طبقہ کی حوصلہ شکنی کرتا ہے اور مکمل عادلانہ طرز تجارت کا حامی

ہے۔

آنحضرت ﷺ نے نہ صرف قوانین تجارت لوگوں تک پہنچائے بلکہ خود ایسے سنہری اصولوں کے مطابق بالفعل تجارت کر کے بھی دکھائی اور اسی عمل کا نتیجہ تھا کہ دنیا کا صادق وامین اور عرب کی طاہرہ (آنحضرت ﷺ اور حضرۃ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا) رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔

اسلامی معیشت کی بنیاد جان لینے کے بعد یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ شریعت اسلامی نے نہ صرف بائع اور مشتری کے لئے راہنما اصول مقرر کئے ہیں بلکہ منڈیوں اور بازاروں کی قیمتوں کا عادلانہ معیاری نظام قائم کیا ہے۔

اسلام نے حکومت یا کسی بیرونی طاقت کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ اپنے آہنی پنجوں سے قیمتوں کو ایک معیار پر کس دے اور یوں اس آہنی پنجہ میں طلب و رسد کے قدرتی نظام کو جکڑ دیا جائے البتہ حکومت کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ مصنوعی قلت کو ختم کرنے کی کوشش کرے۔ اجارہ داری کے تمام مکروہ حیلوں کو ختم کرے اور اگر قدرتی آفات یا ناگہانی صورتوں سے اشیاء کی قلت پیدا ہو تو حکومت اس کو ختم کرنے کیلئے بیرونی ذرائع سے اشیاء حاصل کرے اس سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظیر قابل تقلید ہے۔ جب ۱۸ ہجری میں مدینہ منورہ اور آس پاس کے علاقوں میں قحط کے آثار نمودار ہوئے اور قیمتیں چڑھ گئیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے مصر و شام سے غلہ اور ضروریات زندگی کے قافلے منگوائے اور یوں قیمتیں اپنی سطح پر آ گئیں

(سیرۃ عمر لابن جوزی)

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کی آپ قیمتیں مقرر کر دیں تو آپ نے فرمایا:

إن الله هو الرزاق الباسط المسعر

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ رزاق کشادگی پیدا کرنے والا اور قیمتیں مقرر کرنے والا ہے (ترمذی)

یعنی بھاؤ کا اتار چڑھاؤ اللہ جل جلالہ کی مرضی سے ہوتا ہے۔

تجارتی منڈیوں میں نظام حسبہ بھی شریعت مطہرہ کا ایک سنہری باب ہے اس کار خیر کا آغاز بھی نبی کریم ﷺ نے اپنے مبارک عہد میں کر دیا تھا آپ بنفس نفیس بازار میں تشریف لے جاتے اور تجارتی سرگرمیوں کی نگرانی فرماتے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ مر علی صبرة طعام فادخل يده فيها فنالت اصابعه بللا فقال ما هذا يا صاحب الطعام قال اصابته السماء يارسول الله، قال: افلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس من غش فليس منا (مسلم، بیوع)

ترجمہ: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک اناج کے ڈھیر کے پاس سے گزرے اور اس میں اپنا ہاتھ ڈال کر دیکھا تو انگلیاں تر ہو گئیں تو پوچھا اے اناج والے یہ کیا ہے؟ اس نے کہا اے اللہ کے رسول اس پر آسمان سے پانی برسا ہے آپ نے ارشاد فرمایا: پھر تو نے اسے اناج کے اوپر کیوں نہ رکھ دیا تا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے، جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ کو اس کام کیلئے مقرر کیا تھا اور خود بھی یہ کار خیر انجام دیتے۔

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد مسلمان خلفاء نے نظام حسبہ کو مضبوط تر اور اس کا دائرہ وسیع کر دیا۔

فقہاء اسلام کے مطابق بازار کے محتسب کی ذمہ داریوں میں صرف اشیاء کے خالص یا نا خالص ہونے پر ہی موقوف نہ تھا بلکہ وہ تو تجار سے یہ مطالبہ بھی کرتا تھا کہ کیا وہ تجارتی کاروبار کے اسلامی اصولوں سے واقف بھی ہیں یا نہیں علامہ شیخ عبدالحی الکتانی رحمۃ اللہ علیہ "التراتیب الاداریہ" میں لکھتے ہیں:

كان المحتسب يمشي في الأسواق ويقف على الدكان يسأل صاحبه عن الأحكام التي تلزمه في سلعته من اين يدخل عليه الربا فيها و كيف يحترز منها فان اجابه ابقاه في الدكان و ان جهل شيئا من ذالك اقامه من الدكان

ترجمہ: محتسب بازاروں میں چلتا اور دوکان میں جا کر دوکاندار سے وہ مسائل دریافت کرتا جن کا معلوم ہونا اس کے لئے اپنا سودا سلف بیچنے کیلئے لازمی تھا مثلاً خرید و فروخت میں سود کہاں کہاں سے داخل ہوتا ہے اس سے کیسے چھٹکارا پایا جا سکتا ہے اگر دوکاندار سوالات کے جوابات درست دے دیتا تو اسے دوکان میں بیٹھنے دیتا اور اگر وہ ان میں سے معمولی جواب بھی صحیح نہ دے پاتا تو محتسب اس کو دوکان سے اٹھا دیتا۔

معلوم ہوا کہ اسلامی طرز تجارت نہ صرف معاشی ضرورت کا حل ہے بلکہ یہی طرز تجارت ذریعہ برکت و فلاح، خدمت خلق اور تعاون بین الناس کا موثر ذریعہ بھی ہے۔

☆☆☆☆☆